Al-Mahdi Research Journal (MRJ)
Vol 5 Issue 2 (Oct-Dec 2023)
ISSN (Online): 2789-4150
ISSN (Print): 2789-4142

Iqbal and Ishq Rasūl (PBUH)

اقبال اور عشق رسول ﷺ

Dr. Muzamil Bhatti
Professor, The Islamia University Bahawalpur,
muzamilbhatti1018@gmail.com.

Muhammad Azeem Ashiq
Principal, Iqra Huffaz Degree College, 4/A Shahjamal Lahore,
azeemtar@gmail.com.

Mushtaq Ahmad
PHD Scholar Urdu, National College of Business Administration Economics Sub Camp, Bahawalpur,
mushtaqkharal46@gmail.com.

Abstract:

Allama Iqbal is one of the greatest poets in Urdu literature with specific themes and subjects. His poetry conveys the concept of literature for life's sake. His inclination towards religion makes him different from other poets. His love for the holy Prophet (PBUH) is deep rooted and touches the boundaries of adoration. According to him, we can only live a successful life only adopting the ways of the Holy Prophet. This love is depicted in most of his poems. He prefers pure love to intellect. He is of the view that intellect is inferior to pure love because intellect has no access where love can reach. We can find God through love, not by intellect. His message for the Muslims is clear they should first recognize themselves and then seek the willingness of Allah. After that, there is a path followed by the dear Prophet which is the right path and which can lead to success. The present dismal condition of the Muslims is due to discarding Shariah which is the ultimate truth and reality of life. The Muslims can regain their lost glory and grandeur by returning to the ways of the dear Prophet (PBUH)

Keywords: Literature for life's sake, adoration, Pure love, intellect

ے کافر ہندی ہوں میں ، دیکھ مرا ذوق و شوق
دل میں صلوۃ و درود ، لب پہ صلوۃ و درود(۱)

برصغیر پاک وہند میں چند درخشاں ہستیاں اردو ادب کے افق پر ہمیشہ کے لیے چمکتی دھمکتی رہیں گی ان میں سے ایک عظیم مفکر، شاعر، مصور پاکستان اور فلسفی ڈاکٹر علامہ محمد اقبال ہیں۔ بلاشبہ شاعرِ مشرق کا شمار دنیا کے عظیم شعراء میں ہوتا ہے۔ آپؒ فلسفہ، تاریخ اور ادبیات کے نام ور عالم اور باکمال استاد تھے۔ یوں تو آپؒ کو کئی زبانوں سے واقفیت تھی لیکن عربی، فارسی اور اردو زبان پر آپؒ کو بے مثال دسترس حاصل تھی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپؒ کو جو صلاحیت ملی تھی وہ اُن کے عہد کے دیگر شعراء کی بانسبت زیادہ عمیق اور ہمہ گیر تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپؒ کا مقام فنِ شاعری میں بہت بلند ہے۔

شاعری مشرقی ہو یا مغربی حقیقتاً منفرد مقام رکھتی ہے اور اپنے پڑھنے والے پر گہرا اثر ڈالتی ہے۔ یہی خصوصیت کلامِ اقبالؒ میں بہ تمام و کمال موجود ہے۔ آپؒ کا سارا کلام پڑھنے سے ایک سیدھی سادی بات یہ سمجھ میں آتی ہے کہ انسان اپنی خفیہ صلاحیتوں اور قوتوں کو پہچانے، ان سے بھرپور کام لے، اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے والہانہ عشق رکھے۔ آپؒ تمام حیات اس پیغام کا ببانگ دہل تاکیدی الفاظ میں اعلان کرتے رہے کہ اے اللہ کے بندوں ! اے مسلمانوں! اپنے آپ کو مصطفی ﷺ تک پہنچاؤ، کیوں کہ آپ ﷺ ہی کی ذاتِ گرامی سارا دین ہے۔ آپؒ عشق کو ہی باعثِ تکوین کائنات تصور کرتے ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ انسان سوائے عشق کے اپنی لگام کسی کے حوالے نہیں کرتا، عشق ہی اسے خود سپردگی سکھاتا ہے، عشق ہی اسے اپنی رضا کو محبوب کی رضا کے سپرد کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔

چناں چہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

عشق دمِ جبریل، عشق دلِ مصطفیٰ
عشق خدا کا رسولؐ، عشق خدا کا کلام (۲)

اسی نسبت سے محمد طاہر فاروقی (۳) تحریر فرماتے ہیں:

اس عشق کی برکت سے عاشق کو بے پناہ قوت حاصل ہو جاتی ہے وہ ابو الوقت اور ابو الحال بن جاتا ہے۔ النفس و آفاق اس کے زیرِ نگین ہوتے ہیں اور وہ جن و ملائکہ کو اپنے صید زبوں سمجھنے لگتا ہے۔

چناں چہ اقبالؒ سمجھتے ہیں:

عشق کی ایک جست نے طے کر دیا قصہ تمام
اس زمین و آسماں کو بے کراں سمجھا تھا میں (۴)

اگر چہ عشق کا لفظ کلامِ پاک میں مذکور نہیں، لیکن اقبالؒ کی مراد اس لفظ سے محبت ہے اور حُب کا لفظ اس آیت میں موجود ہے۔ یعنی عشق کا تصور اس آیت سے مقتبس ہے۔ چناں چہ اللہ تعالیٰ (۵) کا ارشاد ہے :

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ایمان والے اللہ ہی سے سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔

محمد یوسف سلیم اپنی کتاب شرح ضرب کلیم کے صفحہ نمبر ۴۳۰ میں لکھتے ہیں۔ آپؒ کی شاعری یا ان کی مذہبی فکر کا محور جو عشقِ رسول ﷺ ہے اور ان کا سرمایہ حیات ہے وہ بخاری (۶) کی اس حدیث نبوی ﷺ سے مربوط کرتے ہیں:

لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین

تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک ایمان والا نہیں ہو سکتا جب تک میں (محمد ﷺ) اسے اپنے والدین، اپنی اولاد اور تمام انسانوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

عشقِ رسول ﷺ کا اظہار کلام اقبال کا مرکزی موضوع ہے۔ آپؒ اپنی شاعری میں نبیِ آخر الزمان ﷺ کو متعدد اسماء سے پکارتے ہیں اور اُن سے اپنی قلبی محبت و موانست کا اظہار کرتے ہیں۔ انسان جس کسی سے محبت کرتا ہے اسے انتہائی پیارے پیارے ناموں سے پکارتا اور یاد کرتا ہے۔ اقبالؒ اس معاملے میں سب سے پیش نظر آتے ہیں۔ آپ کے کلام میں جگہ پانے والے ان اسمائے مبارک میں دانائے سبل، ختم الرسل، مولائے کل، یٰس، طٰہٰ، رسالت مآب، رسالتؐ پناہ، رسولِ مختارؐ، رسولِ پاک، رسولِ عربی، رسولِ ہاشمی، سرورِ عالم، شہنشاہِ معظم، میرِ عرب اور مکّی والے جیسے تعظیمی القابات شامل ہیں جن کی وساطت آپؒ بارگاہ رسول ﷺ میں اس اُمت کے مسائل پیش کرتے ہیں جسے اُمتِ احمد مرسل اور ملتِ ختمِ رُسل کا درجہ حاصل ہے۔ آپؒ اپنے ملی تصور کو بھی جذبۂ عشقِ رسول ﷺ سے تقویت دیتے ہیں۔

اقبالؒ اس امر کی وضاحت کرتے ہیں کہ ملتِ اسلامیہ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ ایک ایسے نبیؐ اور رسولؐ کی اُمت ہے جو اپنی ترکیب میں خاص ہے، جس کی بنیاد جغرافیائی حدود پر نہیں بل کہ کلمۂ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ پر رکھی گئی ہے۔ یہ ایسی اُمت ہے جس میں برتری کا حق رنگ، نسل، خون یا خطہ کو نہیں بلکہ صرف اور صرف تقویٰ کو حاصل ہے اور اس ملت کے لیے تا قیامت کامل ترین ہستی نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے۔ آپؒ اپنے کلام میں جابجا دردمندی کے ساتھ ملتِ اسلامیہ کو اس نقطہ کی جانب متوجہ کرتے ہیں کہ عالم اسلام کی بقا اتباعِ رسولؐ ہی میں مضمر ہے۔

اقبالؒ کے نزدیک افراد ملت کا اپنی ملت کو اقوامِ مغرب پر قیاس کرنا کارِ عبث ہے۔ جب تک روحِ محمدؐ مسلمان کے بدن میں ہے، وہ خدائے مطلق کے سوا کسی کا خوف دل میں محسوس نہیں کرتا، کسی تہذیب سے اثرات قبول نہیں کرتا اور ایسی ہی ملت کے افراد سے باطل کو ہر آن خطرات لاحق رہتے ہیں۔ آپؒ نے اپنی ایک ڈرامائی رنگ میں مرقوم نظم ابلیس کا فرمان اپنے سیاسی فرزندوں کے نام میں لکھا ہے کہ یورپ کے ابلیسی نظام کو نڈر اور متوکل مسلمانوں ہی سے ڈر رہتا ہے لہٰذا طاغوتی طاقتیں ہر آن اس کوشش میں منہمک رہتی ہیں کہ فکرِ عرب فرنگی خیالات کی اسیر ہو جائے۔ اقبالؒ اس نظم میں عالمِ تخیل میں دکھاتے ہیں کہ ابلیس اپنے سیاسی فرزندوں کو ایسے غیور مسلمانوں کو راہِ حق سے ہٹانے کی ترغیب دلاتے ہوئے کہتا ہے:

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
رُوحِ محمدؐ اس کے بدن سے نکال دو

فکرِ عرب کو دے کے فرنگی تخیلات
اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو
اہلِ حرم سے اُن کی روایات چھین لو
آہو کو مرغزارِ ختن سے نکال دو(۷)

آپؒ اس جانب بھی توجہ دلاتے ہیں کہ جب بھی مسلمانوں نے پیغامِ محمد ﷺ سے دُوری اختیار کی، زوال ہی اُن کا مقدر ٹھہرا۔ جوابِ شکوہ میں استفساریہ رنگ میں زوال زدہ مسلمانوں کو جھنجھوڑتے ہوئے اقبالؒ فرماتے ہیں:

کون ہے تارکِ آئینِ رسولِ مختار؟
مصلحت وقت کی ہے کس کے عمل کا معیار؟
کس کی آنکھوں میں سمایا ہے شعارِ اغیار؟
ہو گئی کس کی نِگہ طرزِ سلف سے بیزار؟
قلب میں سوز نہیں، روح میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغامِ محمدؐ کا تمھیں پاس نہیں(۸)

دوسری طرف ایسے ابیات بھی کثرت سے ہیں جہاں اقبال بارگاہِ الٰہی میں ملتجی ہیں کہ ملت کے بھٹکے ہوئے آہو کو پھر سے سُوئے حرم چلنے کی توفیق مل جائے۔ اقبالؒ جابجا قوتِ عشقِ رسول ﷺ کے تمنائی نظر آتے ہیں:

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسمِ محمدؐ سے اجالا کر دے(۹)

یوں کلامِ اقبال میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ کثرت سے ملتا ہے اور علامہ کے نزدیک مردِ مومن کی حتمی اور کامل صورت آپؐ کی ذاتِ مبارکہ ہی ہے۔ آپؒ نے حیاتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی پیرایے میں موزوں کیے ہیں اور خالصتاً قرآنی تلمیحات کی وساطت سے بھی مسلمانوں کو نبی آخر الزماں ﷺ کے مرتبے سے آگاہ کرایا ہے۔ اس سلسلے میں واقعہ معراج کی پیش کش کو وہ خاص اہمیت دیتے ہیں اور اس واقعے کو انسانی قوتوں کی بیداری، جرأت و ہمت اور استقامت کے استعاروں کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ ۲۷ رجب کی مبارک رات میں خدائے سمیع و بصیر نے نبی پاکؐ کو اپنی نشانیاں دکھانے کے لیے رات ہی رات میں مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ کی سیر کرائی۔

یہاں اس امر کی طرف توجہ دلانی بھی ضروری ہے کہ آپؒ نہ صرف خود عشقِ رسول ﷺ کے جذبے سے سرشار تھے بلکہ دلی طور پر یہ خواہش بھی رکھتے تھے کہ مسلمان نوجوان بھی جذبۂ عشقِ رسول ﷺ کے حامل ہوں کیوں کہ یہی جذبہ حیاتِ مسلم کو تابناکی عطا کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپؒ نے نسلِ نو کے لیے شاہین کی علامت اختیار کی اور جہاں اس کے دیگر اوصاف بتائے، وہیں اس کا نمایاں ترین وصف یہ قرار دیا کہ مسلم نوجوان شاہینِ شہِ لولاک ہوتا ہے اور یہ وہ خوبی ہے جو نہ صرف اس کی خودی کی تعیین میں معاون ٹھہرتی ہے بل کہ اسی نسبت خاص سے اُسے احساس ہوتا ہے کہ وہ فروغِ دیدۂ افلاک ہے فقیر سید وحید الدین(۱۰) میں لکھتے ہیں:

> **ڈاکٹر محمد اقبالؒ مرحوم کی سیرت اور زندگی کا سب سے زیادہ ممتاز، محبوب اور قابلِ قدر جذبہ عشقِ رسول ﷺ ہے۔ ذاتِ رسالت مآب کے ساتھ انھیں جو والہانہ عقیدت تھی اس کا اظہار ان کی چشمِ نمناک اور دیدۂ تر سے ہوتا تھا کہ جہاں کسی نے ان کے سامنے حضور ﷺ کا نام لیا ان پر جذبات کی شدت اور رقت طاری ہو گئی اور آنکھوں سے بے اختیار آنسو رواں ہو گئے۔**
>
> **رسول اللہ ﷺ کا نام آتے ہی اور ان کا ذکر چھڑتے ہی اقبال بے قابو ہو جاتے تھے۔ آپ کی شاعری کا خلاصہ، جوہر اور لبِ لباب عشقِ رسول ﷺ اور اطاعتِ رسول ﷺ ہے۔ میں نے ڈاکٹر صاحب کی صحبتوں میں عشقِ رسول ﷺ کے جو مناظر دیکھے ہیں ان کا لفظوں میں اظہار بہت مشکل ہے۔**

اقبالؒ فرماتے ہیں ہر وہ شخص جس کے دل کا سرمایہ آنحضور ﷺ کا عشق ہے، بلاشبہ وہ دنیا پر متصرف ہے۔ آنحضور ﷺ کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت، آپ ﷺ سے وفا اللہ پاک سے وفا، آپ ﷺ سے دوستی اللہ پاک سے دوستی اور آپ ﷺ سے عشق اللہ تعالیٰ سے عشق قرار دیا گیا ہے۔ چناں چہ ارشادِ باری تعالیٰ(۱۱) ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

"فرمادیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔"

اقبالؒ کہتے ہیں کہ شرابِ عشق پی کر کیف ہی کیف حاصل ہوتا ہے۔ مگر خیال رہے کہ تقلید واتباع عشق کے ناموں میں سے ہی ایک نام ہے۔ حضرت بایزید بسطامیؒ کہ مثال یاد کرو۔ آپؒ اتباعِ رسول ﷺ میں اس قدر سرگرم تھے اور تقلیدِ نبوی ؐ پر ایسے کاربند کہ آپ نے ساری عمر خربوزہ اس لیے نہیں کھایا کہ آپ کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ نبی کریم ﷺ نے یہ پھل کس طرح کھایا تھا۔ اسی کامل تقلید کا نام عشق ہے، تو اگر تم عشق کے دعویدار ہو تو یار کی تقلید میں پختہ ہو جاؤ۔ پھر تمھاری کمند میں وہ گرفت آجائے گی کہ وہ یزداں شکار بن جائے گی۔ ارشاد باری تعالیٰ(۱۲) ہے:

"قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ن اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ط وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ

"تم فرماؤ اگر تمھارے باپ اور تمھارے بیٹے اور تمھارے بھائی اور تمھاری عورتیں اور تمھارا کنبہ اور تمھاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمھیں ڈر ہے اور تمھارے پسند کے مکان یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔"

آپؒ جو دل لے کر پیدا ہوئے تھے اس کی تسکین کے لئے ایسا ہی عشق رسول ﷺ لازم تھا۔ آپؒ کو زیارت حرمین شریفین کی خواہش زندگی بھر رہی مگر انتہائی آرزو کے باوجود وہ حج نہیں کر سکے۔ تاہم اپنے خیالات کی دنیا میں وہ ہمیشہ اس نعمت سے مستفید ہوتے رہے ہیں۔ ارمغان حجاز جو کہ آپؒ کی آخری کتاب ہے اور ان کے انتقال کے بعد نومبر ۱۹۳۸ء میں شائع ہوئی اس کتاب میں کئی ایسی رباعیات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے عالم تصور میں حجاز کا سفر کر رہے ہیں۔ فکر کی گہرائی اور عشق کی شدت ان قطعات کی خصوصیت ہے۔ حضور رسالت ﷺ کے عنوان سے جو فصل شروع ہوتی ہے اس کی ایک رباعی میں فرماتے ہیں کہ میں نے عشق رسول ﷺ میں مست ہو کر محبت کے نغمے الاپنے شروع کر دیے ہیں اور اس بڑھاپے میں مدینہ منورہ کا راستہ اختیار کر لیا ہے۔ اس پرندے کی طرح جو صحرا میں شام کے وقت اپنے گھونسلے میں جانے کی فکر میں پرواز کے لیے پر کھولتا ہے۔ پھر عالم خیال میں صحرائے عرب کی سیر کرتے ہیں جہاں (مدینہ طیبہ کے راستے میں) کتنے ہی قافلے درود پڑھتے ہوئے گامزن ہیں۔

دنیا عشق سے ہے اور تیرے (آپ ﷺ کے) سینۂ مبارک سے ہی اس عشق کا تعلق ہے۔ اقبالؒ کے مطابق حضور انور ﷺ کی محبت سب مسلمانوں پر فرض عین ہے۔ درحقیقت آپ ﷺ کی محبت ہی ہمارے ایمان کو مکمل کرتی ہے۔ سچے اور حقیقی عشق کا کمال یہ ہے کہ عاشق کا اٹھنا، بیٹھنا، کھانا، پینا، سونا، جاگنا غرضیکہ اس کے تمام افکار و اعمال و جذبات کا محور محبوب کا عشق اور اس کا تصور ہو۔ اس سلسلے میں خلیفہ عبدالحکیم(۱۳) رقمطراز ہیں:

جس طرح کا عشق رسول اللہ ﷺ کو خدا کے ساتھ تھا اس سے کچھ مشابہ عشق صحابہ کرامؓ کو رسول اللہ ﷺ سے تھا۔ صحابہ کرامؓ میں کوئی شخص دکھائی نہیں دیتا جو استدلال کی بنا پر یا کس خرق عادت یا معجزے سے رسول ﷺ پر ایمان لایا ہو، ان لوگوں میں عشق رسول ﷺ آپ کی صحبت اور محبت سے پیدا ہوا اور اس محبت میں یہ شدت تھی کہ زن و فرزند اور والدین کی محبتیں اس کے مقابلے میں قابل اعتنا نہ تھیں۔ اس کے بعد اس میں کون شک کر سکتا ہے کہ اسلام عشق سے پیدا ہوا، بلکہ عشق ہی کا دوسرا نام اسلام ہے۔

اس کی بہترین مثال رسول اللہ ﷺ سے محبت کرنے کا وہ ایمان افروز واقعہ جو خلیفہ ثانی حضرت عمر بن خطابؓ کو پیش آیا۔ جس کے مطالعے سے ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔ بخاری(۱۴) نے اس واقعہ کو اس طرح بیان فرمایا:

وکذلک قصة عمر بن الخطابؓ۔ قال عبداللہ بن ہشامؓ: فقد کان مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو اخذ بیدہ فقال لہ عمر: یا رسول اللہ، لانت احب الی من کل شیء الا من نفسی، فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: لا والذی نفسی بیدہ حتی اکون احب الیک من نفسک۔ فقال لہ عمر: فانہ الان، واللہ لانت احب الی من نفسی، فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: الان یا عمر

"حضرت عبد اللہ بن ہشام کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے، جب کہ آپ حضرت عمرؓ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے اور عمر آپ سے عرض کر رہے تھے۔ یا رسول اللہ ﷺ آپ مجھ کو سوائے میری جان کے ہر چیز سے پیارے ہیں اس پر حضور ﷺ نے فرمایا نہیں اے عمر قسم

CC BY

ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جب تک کہ میں تیری جان سے بھی تجھ کو پیارا نہ ہوں گا(جب تک تیرا ایمان کامل نہ ہو گا)۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا حضور بے شک آپ ﷺ مجھ کو میری جان سے زیادہ پیارے ہیں۔ تب آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں اے عمرؓ! اب تمھارا ایمان کامل ہوا۔"

کلام اقبالؒ سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو چکی کہ آپؐ کی محبت آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی سے عشق کا درجہ رکھتی تھی اور عشق رسول ﷺ ان کی زندگی کا سب سے گہرا، سب سے شدید اور سب سے پائیدار جذبہ تھا جس سے ان کے تمام ذہنی اور فکری رشتے وابستہ تھے۔ الغرض امتِ مسلمہ یہ جان لے کہ کلام اقبالؒ کی روشنی میں عشق رسول ﷺ کا صحیح مفہوم و مدعا اتباع رسول ﷺ ہے، چناں چہ ارشاد باری تعالیٰ(۱۵) ہے : مَنۡ يُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰهَ

" جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔"

اقبالؒ فرماتے ہیں: اے مسلمانو! تم نئے چاند کی طرح منزل کو پانے کی کوشش کرو۔ اس نیلی فضا (آسمان) میں ہر لحہ بڑھتے رہو اگر تم اس جہاں میں اپنا (کھویا ہوا) مقام پانا چاہتے ہو تو اللہ سے دل لگاؤ اور حضرت محمد ﷺ کے راستے پر چلو (ان کی شریعت، سنت اور اسوحسنہ کو اختیار کرو)۔ یہی در حقیقت امت کے اتحاد کی کنجی ہے، امت کا احیاء اور وجود عشقِ مصطفےٰ ہے، اسی رشتہ سے ملت اسلامیہ قائم و دائم ہے۔ حضور ﷺ کا عشق ہی ہمارے لئے یکجا رہنے کا سامان ہے۔ یہ عشق خون کی طرح ملت کی رگوں میں دوڑ رہا ہے۔ عشق جان میں اتر جاتا ہے اور نسب صرف جسم تک محدود رہتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ عشق کا رشتہ نسب کے رشتے سے زیادہ مضبوط ہے۔ فی زمانہ ہم نے عشقِ رسول ﷺ کو غیر اہم سمجھ رکھا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہم دنیا میں ذلیل و خوار ہیں۔ اگر ہم آنحضرت ﷺ کی محبت کو دل میں جاگزیں کریں اور اپنے عمل سے اس کو ثابت کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم دنیا میں حسبِ سابق معزز نہ ہوں۔ کائنات میں رونق کا سبب صرف حضور انور ﷺ کا عشق ہی ہے۔ اگر کائنات سے یہ جذبہ عشق معدوم ہو جائے تو وہ خالی اور بے مقصد ہو جائے گی۔

اقبالؒ کے نزدیک عشق رسول ﷺ ہی دنیا اور آخرت کی نہ صرف کامیابوں کی ضمانت ہے بلکہ اس کی مدد سے انسان اللہ کی ذات کو پا سکتا ہے۔ نظم جواب شکوہ کو اگر میں بانگِ درا کی جان کہوں تو مبالغہ نہ ہو گا۔ اور کسی بھی نظم کا آخری شعر اس نظم کے تمام دلائل اور پیغام کا حاصل ہوتا ہے۔ اسی جواب شکوہ کا آخری شعر کس حد تک جامع اور مکمل ہے ملاحظہ فرمائیں اور میرے نزدیک یہی شعر اقبالؒ کے عشق رسول ﷺ کی معراج بھی ہے۔

ے کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح قلم تیرے ہیں(۱۶)

حوالہ جات

۱۔ محمد اقبال، ۲۰۲۱، کلیاتِ اقبال اردو، بال جبریل، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ص ۴۱۹

۲۔ محمد اقبال، ۲۰۲۱، کلیاتِ اقبال اردو، بال جبریل، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ص ۲۱۸

۳۔ فاروقی، محمد طاہر، س۔ن، اقبال اور محبت رسول ﷺ، بی پی ایچ پرنٹرز، لاہور، ص ۲۳

۴۔ محمد اقبال، ۲۰۲۱، کلیاتِ اقبال اردو، بال جبریل، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ص ۳۵۷

۵۔ القرآن الکریم، ۲:۱۶۵

۶۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، ۱۴۲۲ھ، صحیح بخاری، دار طوق النجاۃ، کتاب ایمان، باب حب الرسول، ص ۱۲

۷۔ محمد اقبال، ۲۰۲۱، کلیاتِ اقبال اردو، بال جبریل، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ص ۶۵۷

۸۔ محمد اقبال، ۲۰۲۱، کلیاتِ اقبال اردو، بانگ درا، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ص ۲۳۱

۹۔ محمد اقبال، ۲۰۲۱، کلیاتِ اقبال اردو، بانگ درا، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ص ۲۳۶

۱۰۔ فقیر، وحید الدین، ۱۹۶۳، روز گار فقیر جلد اول، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور، ص ۹۴،۹۵

۱۱۔ القرآن الکریم، ۳:۳۱

۱۲۔ القرآن الکریم، ۴۲:۹

۱۳۔ خلیفہ، عبد الحکیم، مارچ ۲۰۱۵، فکرِ اقبال، زاہد نوید پرنٹرز، لاہور، ص ۱۹۶

۱۴۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، ۱۴۲۲ھ، صحیح بخاری، دار طوق النجاۃ، کتاب ایمان، باب حب الرسول، ص ۲۵

۱۵۔ القرآن الکریم، ۴:۸۰

۱۶۔ محمد اقبال، ۲۰۲۱، کلیاتِ اقبال اردو، بانگ درا، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ص ۲۳۷

CC BY